حدیث من کنت مولیٰ کا مفہوم

ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی
شارح ترمذی ابن ماجہ وشمائل ترمذی

خیرالقرون کے گذرنے کے بعد مسلمانوں میں کئی قسم کی اعتقادی اور عملی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ ان خرابیوں میں ایک بڑی پرخطر خرابی غیراللہ کی حاجت روائی کا نظریہ ہے۔ اگرچہ دشمنان اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے آخری دوعشروں میں ہی یہ کوششیں شروع کردی تھیں کہ مسلمانوں کو اسلام کے اساسی عقائد سے منحرف کیا جائے۔ اس کیلئے انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے عقیدہ توحید میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ صحابہ کرام کے دور میں تو اپنے مشن میں کماحقہ کامیاب نہ ہوسکے' مگر انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں' جوں ہی صحابہ کرام کا دور ختم ہوا تو انہوں نے ان باطل نظریات کو عقیدت کی قبا میں لپیٹ کر دوبارہ پیش کردیا۔ مسلمانوں کی ایک معتدبہ تعداد نے محض اسے عقیدت کی وجہ سے قبول کرلیا۔ ان نظریات میں سے ایک نظریہ ''علی مشکل کشا ہیں'' کا بھی ہے۔

حافظ محمد یعقوب نے ایک استفسار میں بتایا کہ ہمارے ہاں ایک خطیب صاحب ہیں' انہوں نے قریب الوقت میں خطبہ جمعہ میں حدیث ﴿من کنت مولاہ فعلی مولاہ﴾ کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ ''مولی کا معنی حاجت روا ہے لہٰذا جو شخص علی کو حاجت روا نہیں مانتا وہ مسلما ہی نہیں۔'' آپ مہربانی فرماکر اس حدیث کا جو صحیح معنی اور مفہوم ہے وہ واضح کریں تاکہ اس بارہ میں جو تردد پیدا ہوا ہے وہ دور ہوسکے۔

راقم الحروف کہتا ہے خطیب مذکور نے اس حدیث کا جو مفہوم بیان کیا ہے' وہ محض غلط ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ کے منافی ہے جس سے اسلام کا نظریہ توحید ہی ختم ہوکر رہ جاتا ہے۔ موصوف نے اس حدیث کا جو مفہوم بیان کیا ہے یا تو قرآن وحدیث میں نظریہ توحید کی جو توضیح وتفسیر ہے' اس سے جہالت کا نتیجہ ہے یا پھر لفظ مولیٰ کے معانی ومفہوم سے لاعلمی کی بناء پر ہے۔

لفظ مولیٰ کی تحقیق

لفظ مولیٰ ولی سے اسم ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں صیغوں میں استعمال ہوتا ہے یہ کثیرالمعانی ہے جو بسا اوقات مترادف اور بسا اوقات متضاد معانی کیلئے آتا ہے۔ ائمہ لغت نے اس کے معانی میں بڑی تحقیق کی ہے اور کلام عرب میں یہ لفظ جن جن معانی کیلئے آتا ہے' انہیں خوب واضح کیا ہے۔ علامہ ابن اثیر (جزری) جو لغات الحدیث میں مسلمہ امام ہیں فرماتے ہیں ﴿ھو اسم یقع علی جماعۃ کثیرۃ﴾ یہ اسم ہے جو کثیر جماعت (بہت سے معانی) کیلئے آتا ہے۔ وہ معانی یہ ہیں

رب، مالک، سید (آقا) منعم (عین کے کسرہ کے ساتھ احسان کرنے والا' غلام کو بطور احسان آزاد کرنے والا) ناصر (مددگار) محب، تابع، جار (پڑوسی) چچیرہ بھائی، حلیف، قعید، صہر (سسر یا سسرالی رشتہ) عبد (غلام) معتق (تاء کے کسرہ کے ساتھ غلام کو آزاد کرنے والا) منعم علیہ (عین کے فتح کے ساتھ وہ غلام جسے بطور احسان آزاد کیا گیا ہو) (نہایہ ص ۲۲۸ ج ۵ اور تقریباً یہی تمام معانی یا ان کے قریب قریب۔ لسان العرب ص ۴۰۳' ج ۱۵' المعجم الاوسط ص ۱۰۵۸' ج ۲' وغیرہ میں بھی بیان کئے گئے ہیں) علاوہ ازیں یہ لفظ عصبہ' وارث والی امور اور ثالث کے معانی میں بھی آتا ہے۔ (لسان العرب ص ۴۰۲' ج ۱۵)

قرآن وحدیث میں لفظ مولیٰ

سوائے آخری معنی (ثالث) کے باقی تمام معانی قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں ﴿اکثرھا قد جاءت فی الحدیث فیضاف کل واحد الی ما یقتضیہ الحدیث الوارد فیہ﴾ (نہایہ ص ۲۲۸ ج ۵)

ان میں اکثر معانی حدیث میں وارد ہوئے ہیں تو ہر ایک معنی کی اضافت اس کی طرف کی جائے گی جس کا حدیث تقاضا کرتی ہے۔ علامہ ابن اثیر کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں جس طرح کا قرینہ ہوگا' اسی طرح وہاں اس کا معنی مراد لیا جائے گا گویا کہ یہ لفظ اپنے معنی ادا کرنے میں قرینہ کا محتاج ہوگا۔ قرینہ جس معنی کا تقاضا کرے گا' وہاں وہی معنی معتبر ہوگا۔ قرآن میں یہ لفظ کبھی تو بصیغہ مفرد اور کبھی بصیغہ جمع (موالی) آیا ہے۔ قرآن میں اس کے استعمال پر غور وتدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ حسب قرینہ' معبود' متصرف الامور (الانعام ۶۲) ناصر' مددگار (التحریم ۴) وارث' قریبی رشتے دار (النساء ۳۳) چچا زاد بھائی (مریم ۵) دوست اور محب (الدخان ۴۱) سرپرست اور آقا (النحل ۷۶) زیادہ لائق اور مناسب (الحدید ۱۵) کے معانی میں آیا ہے۔

اللہ کی طرف اضافت

جب اس لفظ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر یہ معبود' متصرف الامور' حاجت روا اور مشکل کشا کے معنی میں آتا ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

﴿فی اسماء اللہ تعالیٰ الولی ھو الناصر وقیل المتولی لامور العالم والخلائق والقائم بھا ومن اسمائہ عزوجل الوالی وھو مالک الاشیاء جمیعھا المتصرف فیھا﴾ (لسان العرب ص ۴۰۱' ۱۵۲)

''ولی'' اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کا معنی مددگار اور تمام مخلوق کے امور کا والی اوران کی نگہداشت کرنے والا ہے اور الوالی بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے' جو تمام اشیاء کا مالک اوران

میں تصرف کرنے والا ہے۔

علامہ افریقی نے جو لغات کے مسلمہ امام ہیں' نے وضاحت کر دی کہ ولی یا والی کا لفظ جو لفظ مولی کا اصل مادہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں تو گویا کہ جب ان کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے اس وقت اس کا معنی مالک' حاجت روا اور متصرف الامور ہوتا ہے۔

مخلوق کی طرف اضافت

لیکن جب اس لفظ کی اضافت مخلوق میں سے کسی ایک کی طرف ہوگی تو پھر اس کا معنی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہوگا بلکہ قرینہ جس کا تقاضا کرے گا' وہی معنی مراد لیا جائے گا۔

حدیث میں معنی

لفظ کی معنوی حیثیت کی توضیح کے بعد تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں مولی کا معنی حاجت روا اور مشکل کشا لینا غلط ہے' کیونکہ شریعت اس معنی کی نہ متحمل ہے اور نہ تقاضا کرتی ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ کوئی مشکل کشا ہے۔ اگر حدیث میں اس کا معنی مشکل کشا لیا جائے گا تو پھر قرآن کریم نے جو توحید بیان کی ہے' اس کی نفی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أمن يجيب المضطر اذا ادعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض ء إله مع الله قليلا ما تذكرون﴾ (النمل:٦٢)

کون ہے جو پریشان حال کو جواب دے' جب وہ پکارے اس کو اور اس سے برائی اور تکلیف دور کرے اور اس نے ہی تم کو بنایا ہے زمین کے خلیفے کیا اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی الٰہ ہے' بہت ہی ہے کم جو تم نصیحت کرتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مشکل کشا نہیں ہے اور فرمایا

﴿قل انى لا أملك لكم ضرا ولا رشدا﴾ (الجن:٢١)

''(اے نبی!) کہہ دو میں تمہارے نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں۔''

اس آیت نے واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا تو جناب علی یا امت میں سے کسی ایک کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ اور حدیث ہذا

لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حدیث کا معنی صاحب حدیث یعنی رسول اللہ ﷺ سے ہی معلوم کریں کیونکہ توضیح شریعت میں رسول اللہ ﷺ کی شخصیت بحیثیت شارح سب سے بڑی اتھارٹی ہے۔ علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

﴿وقد قال العلماء احسن تفسير غريب الحديث ان يفسر بما جاء في رواية اخرا لذلك الحديث﴾ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ص ٨١' ج ١)

''علماء نے کہا ہے کہ حدیث کی بہترین تفسیر وہی ہے کہ اس کی تفسیر کوئی دوسری حدیث کر دے۔''

نیز قاعدہ یہی ہے کہ کسی حدیث کا صحیح مفہوم متعین کرنے کیلئے اس حدیث کے تمام طرق اور الفاظ کو مد نظر رکھا جائے جب ہم اس روایت کے دیگر طرق اور ان کے متن کو دیکھتے ہیں تو ہم پر دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں مولیٰ کا معنی محبوب لیا ہے' اس حدیث کے ایک طریق میں الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من كنت مولاه فهذا مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه﴾ (مسند احمد ص ٣٧٠' ج ٤' ابن ماجہ حدیث ١١٦)

علامہ ابن منظور ''وال'' کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿احبب من احبه وانصر من نصره﴾ (لسان العرب ص ٤٠٢' ج ١٥)

''اے اللہ! تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرتا ہے۔''

تو حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ تو بھی اس شخص سے محبت کر اور اس کی مدد کر جو علی سے محبت رکھتا اور اس کی مدد کرتا ہے اور اے اللہ تو بھی اس شخص سے دشمنی اور عداوت رکھ جو علی سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے مولیٰ کا معنی محبوب لیا ہے۔ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں لیا کیونکہ مولیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وال اور پھر اس کی ضد عاد کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جو اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ اس حدیث میں یہ لفظ دشمنی کی ضد میں بولا گیا ہے اور دشمنی کی ضد محبت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو اس سے دوستی رکھ جو اس سے دوستی رکھتا ہے اور تو اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس معنی کی مزید وضاحت اس حدیث کے دوسرے طریق سے ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

﴿من كنت وليه فهذا وليه اللهم وال من والاه وعاد من عاده﴾ (المسند ص ١٠٩' ج ٣ و طبرانی ص ١٦٦' ج ١٥)

جس کا میں دوست ہوں اس کا علی دوست ہے اے اللہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھتا ہے اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس حدیث میں مولیٰ کے بجائے ولی کا لفظ آیا ہے۔ جو عدو کی ضد ہے۔ (مختار الصحاح واساس البلاغہ) اور پھر اس کی ضد میں عاد کے لفظ سے معنی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مولیٰ سے مراد محبوب لیا تھا حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔

ائمہ شارحین ولغات

یہی وجہ ہے کہ قدماء ائمہ شارحین اور ائمہ لغات نے اس حدیث میں معنی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں لیا اور نہ متقدمین میں اس توحید شکن معنی کا کوئی تصور موجود تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ولاء اسلام

مراد ہے۔ (نہایہ ص ۲۲۸، ج ۵)

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب اس مذکورہ حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ﴿مولی کل مومن ای ولی کل مومن﴾ (نہایہ ص ۲۲۸، ج ۵ وتحفۃ الاحوذی ص ۲۰۲، ج ۱۰، طبع بیروت)

علامہ ابن اثیر نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے "کہ اے علی تم تو ہر مومن کے دوست ہو گئے ہو۔"

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

﴿قیل معناه من کنت اتولاه فعلی یتولاه من الولی ضد العدو ای من کنت احبه فعلی یحبه﴾ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۴۱، ج ۱۱)

یہ لفظ ولی سے مشتق ہے جو عدو (دشمنی) کی ضد ہے تو معنی یہ ہے کہ میں جس سے محبت رکھتا ہوں، علی بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ سے یہی مذکورہ معنی منقول ہے۔ بعض ائمہ شیعہ نے اس روایت سے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل نے استدلال کیا ہے تو علامہ طیبی نے اس کا جواب دیا ہے کہ ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت اور حکومت ممکن نہ تھی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ:

﴿ان یحمل علی المحبة وولاء الاسلام ونحوها﴾ (مرقاۃ ص ۳۴۳، ج ۱۱)

"اس حدیث کو محبت اور ولاء اسلام پر محمول کیا جائے۔ امام مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا معنی محبت نقل کیا ہے۔"

چنانچہ لکھتے ہیں ﴿من کنت احبه فعلی یحبه﴾ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۱، ج ۱۰، طبع بیروت)

اس کا معنی یہ ہے کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں علی بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور یہی ترجمہ علامہ سہارنپوری نے حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۶۴ میں کیا ہے۔ علامہ احمد حسن دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

﴿من الولی ضد العدو ای کنت احبه فعلی یحبه﴾ (تنقیح الرواۃ ص ۲۲۴، ج ۴)

"مولیٰ کا لفظ ولی سے ہے جو عدو (دشمنی) کی ضد ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ جس سے میں محبت کرتا ہوں، علی بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔"

علامہ ابن منظور فرماتے ہیں مولیٰ کا لفظ ولی سے مشتق ہے اور پھر اس معنی کی تائید میں صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مزینة وجهینة واسلم موالی الله ورسوله ای اولیاء الله﴾ (لسان العرب ص ۴۰۲، ج ۱۵)

مزینہ، جھینہ، اسلم اور غفار قبائل اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے موالی یعنی اولیاء اور دوست ہیں۔ ائمہ محدثین اور ائمہ لغات کے بیان کردہ مفہوم اور معنی سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس حدیث میں مولیٰ کا معنی مشکل کشا نہیں بلکہ یہ لفظ ولی سے ماخوذ ہے، جو عدو کی ضد ہے۔ جس کا معنی محبت ہے۔

مولیٰ بمعنی مشکل کشا

اس حدیث میں اگر مولیٰ کا معنی مشکل کشا کیا جائے تو اس میں بڑی خرابی پیدا ہوگی۔ پھر صرف جناب علی رضی اللہ عنہ ہی مشکل کشا نہیں بلکہ یہ لفظ جن جن پر بولا گیا ہے وہ سب مشکل کشا بن جائیں گے مثلاً رسول اللہ ﷺ نے یہی لفظ مختلف قبائل کیلئے بھی فرمایا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ مزینہ جھینہ اسلم اور غفار اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے موالی ہیں حالانکہ یہ حدیث ﴿من کنت مولاه﴾ سے سند کے لحاظ سے کئی درجہ قوی اور بہتر ہے اور اس سے بھی صحت میں اعلیٰ درجہ کی ایک متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿انت اخونا ومولانا﴾ "تو ہمارا بھائی اور مولا ہے" (بخاری مع فتح الباری ص ۳۰۴، ج ۵ ومسلم ۱۷۸۲۳)

تو کیا ان احادیث کا معنی یہ ہوگا کہ مذکورہ قبائل اور جناب زید رضی اللہ عنہ حاجت روا ہیں اور معاذ اللہ اور رسول ﷺ حاجت طلب کرنے والے ہیں کیا کوئی مسلمان اس کا ادنیٰ سا تصور بھی کر سکتا ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ جس جگہ قرینہ کے لحاظ سے جو معنی مناسب ہوتا ہے، وہی کیا جاتا ہے جیسا کہ ان احادیث میں مولیٰ کا معنی محب ہے اسی طرح ﴿من کنت مولی﴾ والی حدیث بھی مولیٰ کا معنی محب اور دوست ہی ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی معنی کیا جائے گا اس میں خرابی ہوگی جو کتاب وسنت کی متعدد نصوص سے متضاد ہوگا۔

علی مشکل کشا کا نظریہ

اسلام کی بنیاد توحید خالص پر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی حاجت روائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے یہ تو ممکن ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یا کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو حاجت روا یا مشکل کشا مانا ہو بلکہ یہ نظریہ اسلام کے خلاف ایک گہری سازش ہے جس کا مقصد ہی توحید جو اسلام کی اساس ہے کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکنا تھا، اس نظریہ کا بانی عبداللہ بن سباء تھا۔ جس نے ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا، لیکن باطن سے وہ اسلام کا اشد ترین دشمن تھا، اس نے جناب علی رضی اللہ علیہ کی زندگی میں ہی اس نظریہ بد کی بنیاد رکھی جو سرتا پاؤں شرک سے لبریز ہے۔ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایسے نظریہ کے حاملین کو زندہ جلا دیا جس کا اجمالا تذکرہ تقریباً حدیث کی تمام معروف کتابوں میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر اس کے حالات میں فرماتے ہیں کہ بڑا غالی زندیق تھا خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا تھا، میرے خیال کے مطابق جناب علی رضی اللہ نے اسے زندہ جلایا تھا، اس کے کچھ لوگ پیروکار تھے جن کا نظریہ تھا کہ علی الٰہ (مشکل کشا) ہے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو زندہ جلایا تھا۔ (لسان المیزان ص ۲۸۹، ۲۹۰، ج ۳)

پھر علامہ اسفرائینی کے حوالہ سے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے جن کو زندہ جلایا وہ رافضیوں کا گروہ تھا جن کا دعویٰ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ الٰہ ہیں اور یہ سبائی ٹولہ تھا جن کا رئیس عبداللہ بن سباء تھا یہ پہلے یہودی تھا، پھر اس نے اسلام کا اظہار کیا

باقی صفحہ 27 پر